29

ہمیں چاہیے کہ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف توجہ رکھیں اور اُسی سے مدد مانگیں

(فرمودہ 31 اکتوبر 1958ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے اسلام میں اتنا سامان پیدا کر دیا ہے کہ اگر مسلمان تھوڑا سا بھی غور کریں تو انہیں معلوم ہو کہ اُن کا رستہ اتنا واضح اور نمایاں ہے کہ نصف النہار میں بھی کوئی بڑی سے بڑی سڑک اتنی نمایاں نہیں ہوتی۔ مثلاً ابھی اذان ہوئی ہے۔ یہ ہر روز پانچ وقت نمازوں میں ہوتی ہے اور پھر پانچوں وقت اُن لوگوں کے لیے جو مسجد میں نمازیں پڑھتے ہیں امام کی آواز ہوتی ہے یا مُکبّر کی آواز ہوتی ہے اور ان میں قدرے مشترک اور اہم چیز اَللّٰہُ اَکْبَر ہی ہے یعنی اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو یہ الفاظ آئے ہیں اگر مسلمان ان پر غور کرتے تو ان کی تمام مشکلات حل ہو جاتیں۔ ساری خرابی اِسی بات سے پیدا ہوتی ہے کہ لوگ منہ سے تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے لیکن عملی طور پر اَور بہت سے لوگ ان کے ذہن میں ہوتے ہیں۔ اور بعض دفعہ تو اپنے آپ کو ہی وہ سب سے بڑا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ کہیں کوئی بات ہو تو بجائے اللہ تعالیٰ پر

توکّل کرنے کے وہ بڑے جوش سے کہنا شروع کر دیتے ہیں میں ایسا کر دوں گا، میں ایسا کر دوں گا حالانکہ اس ''مَیں'' کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوتی۔ ایک دم میں ہارٹ فیل ہو جائے تو ''مَیں'' وہیں ختم ہو جاتی ہے۔ مگر نہ وہ مسجد کی پانچ وقت کی نمازوں میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنے کی کوئی قدر کرتے ہیں، نہ جمعہ کی نماز جو سارے شہر کے لیے ہوتی ہے اس کی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی کوئی قدر کرتے ہیں اور نہ امام کے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنے کی کوئی پروا کرتے ہیں۔ حالانکہ امام فرائض کی سترہ رکعتوں میں نماز شروع کرتے ہوئے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے اور پھر سترہ رکعتوں میں وہ ہر رکوع میں جاتے ہوئے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے۔ پھر ہر سجدہ میں جاتے اور اس سے اُٹھتے ہوئے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے۔ پھر اذان میں روزانہ تیس دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی آواز سنتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ عملی طور پر دوسرے انسانوں کو اس سے بڑا سمجھتا ہے۔

ایک دفعہ قاضی اکمل صاحب کے والد مولوی امام الدین صاحب مرحوم جو صوفی مزاج انسان تھے اور احمدیت سے پہلے بعض اَور پیروں کی بیعت کر چکے تھے انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ ہمارے پیر صاحب یہ کہا کرتے تھے کہ مجھے خدا تعالیٰ کا اتنا قُرب حاصل ہے کہ میں عرش پر سجدہ کرتا ہوں مگر احمدیت میں مجھے یہ نظارہ نظر نہیں آیا۔ میں نے اُن کو کئی جواب دیئے مگر اُن کی تسلّی نہ ہوئی۔ آخر ایک دن میں نے ان سے کہا کہ دیکھیے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی انسان پر ظاہر ہو جائے اور وہ اس کو اپنا حقیقی کارساز سمجھنے لگ جائے۔ کہنے لگے ہاں۔ میں نے کہا آپ جانتے ہیں حضرت صاحب کو خدا تعالیٰ پر کتنا توکّل تھا؟ بغیر اِس کے کہ کوئی ظاہری سامان آپ کے پاس ہوتا سینکڑوں مہمان روزانہ آپ کے پاس آتے اور اُن تمام کے اخراجات اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی رنگ میں پورے کر دیتا کیونکہ اُس کا وعدہ تھا کہ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔1 تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کو ہم آسمان سے وحی کریں گے۔ گویا صرف اُنہی کو وحی نہیں ہوتی تھی بلکہ ہر شخص جو آپ کو روپیہ دیتا تھا اُس کو بھی وحی ہوتی تھی۔ اب آپ یہ بتایئے کہ جن پیر صاحب کی آپ نے بیعت کی تھی کیا اُن کی بھی یہی حالت تھی؟ کیا اُن کے اندر بھی خدا تعالیٰ پر اِس قسم کا توکّل پایا جاتا تھا جیسے حضرت مرزا صاحب میں پایا جاتا تھا؟ وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے آج یہ بات میری سمجھ میں آ گئی ہے کیونکہ میرا جو پیر تھا وہ کہا کرتا تھا کہ میں عرش پر سجدہ کرتا ہوں۔ اُس کی یہ حالت تھی کہ جب غلہ نکلنے کا وقت آتا تو مریدوں کے کھیت میں جا بیٹھتا کہ میرا حصہ مجھے دو۔ میں نے کہا بتایئے کہ کبھی

مرزا صاحب بھی کسی مُرید کے کھیت پر گئے تھے؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا منہ سے کہہ دینا کہ میں عرش پر جا کر سجدہ کرتا ہوں کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ کہنے کو تو وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہوں لیکن اصل سوال عمل کا ہے۔ مرزا صاحب سارا دن اندر بیٹھے رہتے تھے اور مقررہ اوقات پر باہر تشریف لاتے تھے۔ ملاقات کرنے والے جن میں بعض دفعہ بڑے بڑے امراء بھی ہوتے تھے دو دو دن تک دروازہ پر بیٹھے رہتے تھے۔ کیا آپ کے پیر کی بھی یہی حالت تھی؟ اگر یہی حالت تھی تب تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ واقع میں انہوں نے خدا تعالیٰ کی بڑائی دیکھ لی تھی واقع میں وہ عرش پر سجدہ کیا کرتے تھے لیکن اگر اُن میں زمین پر سجدہ کرنے والوں کے برابر بھی توکّل نہیں تھا تو عرش پر سجدہ کرنے والے کیسے بن گئے؟ پھر میں نے کہا دیکھیے! حضرت صاحب کے پہلے خلیفہ حضرت مولوی نورالدین صاحب تھے اور اب میں خلیفہ ثانی ہوں لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے کبھی کسی سے کچھ نہ مانگا اور نہ میں کسی سے سوال کرتا ہوں۔ کئی لوگ میرے پاس آ آ کر اصرار بھی کرتے ہیں کہ آپ ہم کو اپنی ضرورت بتا دیں ہم اُس کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے لیکن میں ہمیشہ یہی کہتا ہوں کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ تم جو کچھ دے جاؤ اپنی خوشی سے دے جاؤ۔ مگر میرا یہ کہنا کہ میری فلاں ضرورت ہے اُس کو پورا کر دو تو چاہے تمہارے کہنے پر ہی میں ایسا کہوں بہرحال یہ سوال ہی ہوگا اور میں سائل نہیں بننا چاہتا۔

کلکتہ کے ایک دوست تھے وہ اب بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہیں اور خوب چندہ دیتے ہیں۔ اُن کی بیوی بھی مخلص ہے۔ اُن کا موٹروں کا کارخانہ تھا۔ ایک دفعہ کہنے لگے جب کسی موٹر کے پُرزہ کی ضرورت پیش آ جائے تو آپ ہمیں حکم دے دیا کریں۔ میں نے کہا یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ آپ کوئی چیز بھیج دیں تو بھیج دیں اگر ہمارے کام کی ہوگی تو استعمال کر لیں گے ورنہ پھینک دیں گے لیکن میں خود نہیں بتاؤں گا کہ مجھے فلاں چیز کی ضرورت ہے۔ ایک دفعہ وہ اِس بات پر کچھ خفا بھی ہو گئے لیکن میں نے اُن کے اصرار کے باوجود کبھی اپنی ضرورت نہیں بتائی۔ اب تو وہ کوئی اَور کام کرتے ہیں مگر چندہ دینے میں وہ بہت مخلص ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جن لوگوں کو ذرا بھی خدا تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے وہ ایسے متوکل ہو جاتے ہیں کہ ان کو کسی چیز کی پرواہ ہی نہیں رہتی۔ وہ دنیا کے لوگوں کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ دنیا کے لوگ اُن کے محتاج ہوتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا رستہ دکھایا ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمان اِس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ ورنہ اگر خدا سب سے بڑا ہے تو دنیا کی حکومتیں بھی تو اس سے نیچے ہوئیں۔ آخر سب سے بڑے کے یہ معنے تو نہیں کہ وہ فلاں جولاہے سے بڑا ہے، سب سے بڑے کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ فلاں نانبائی سے بڑا ہے، سب سے بڑے کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ فلاں نائی سے بڑا ہے، سب سے بڑے کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ فلاں زمیندار سے بڑا ہے، سب سے بڑے کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ فلاں تحصیلدار سے بڑا ہے، سب سے بڑے کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ فلاں ڈپٹی کمشنر سے بڑا ہے، سب سے بڑے کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ فلاں گورنر سے بڑا ہے، سب سے بڑے کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ فلاں گورنر جنرل سے بڑا ہے۔ سب سے بڑے کے معنوں میں ساری دنیا کی حکومتیں بھی شامل ہیں اور جب انسان اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ ساری دنیا کی حکومتوں سے بڑا ہے۔ لوگ کس طرح منتیں کرتے ہیں کہ ہماری سفارش کر دو لیکن اگر وہ خدا کو بڑا سمجھیں تو یہ بات کیوں پیدا ہو؟

مجھے یاد ہے ہمارے ایک بہت مخلص دوست تھے جو ڈاکٹر تھے۔ اُن پر قیامِ پاکستان سے پہلے ایک دفعہ کوئی کیس چل پڑا۔ وہ شوریٰ میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے میں تو سمجھتا ہوں کہ خلیفۃ المسیح کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ وہ فوراً گورنر کے پاس جائیں اور اُن کے سامنے میرے حالات بیان کریں۔ میں نے کہا میں ایسی خلافت پر لعنت بھیجتا ہوں جس کا کام یہ ہو کہ تمہارے لیے گورنر کے دروازہ پر جاؤں۔ خیر لوگوں میں جوش پیدا ہو گیا اور انہوں نے اُٹھ کر معافی مانگ لی کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ وہ پاکستان کے قیام تک زندہ تھے۔ پاکستان کے قیام کے بعد فوت ہوئے ہیں۔ تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں عطا ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ دیکھو! میں سب سے بڑا ہوں۔ اگر تمہیں کوئی ضرورت پیش آئے یا تم کسی مشکل میں گرفتار ہو جاؤ تو تم میری طرف آؤ میں تمہاری ہر ضرورت پوری کر سکتا ہوں اور تمہاری ہر مصیبت کو دور کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔

احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ایک جنگ کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ جب آپ واپس آئے تو ایک شخص جس کا بھائی مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا آپؐ کے پیچھے پیچھے آیا تاکہ اُسے کوئی موقع ملے تو آپؐ کو قتل کر دے لیکن مدینہ تک اُسے کوئی موقع

نہ ملا۔ جب مدینہ کے قریب آ کر فوج مطمئن ہوگئی اور صحابہ آرام کرنے یا کھانا پکانے کے لیے اِدھر اُدھر پھیل گئے تو آپ بھی ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے اور تلوار درخت سے لٹکا دی۔ جب آپؐ لیٹ گئے تو وہی شخص آیا اور اس نے آپؐ کی تلوار اُٹھالی اور آپ کو جگا کر کہا کہ بتائیں اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی طرح لیٹے لیٹے نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ فرمایا ''اللہ''۔ اُس پر اِس قدر رُعب طاری ہوا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً وہی تلوار پکڑ لی اور کھڑے ہوگئے اور فرمایا اب تم بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ کہنے لگا آپ ہی رحم کریں تو کریں۔ آپؐ نے فرمایا کمبخت! میرے منہ سے ''اللہ'' کا نام سن کر بھی تیرے منہ سے ''اللہ'' کا لفظ نہ نکلا۔ میں نے ''اللہ'' کہا تھا تُو بھی ''اللہ'' کہہ دیتا۔ وہ کہنے لگا یہ طاقت آپ ہی کی تھی۔ میرے منہ سے تو ''اللہ'' کا لفظ نہیں نکلتا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ ہی اگر مجھے چھوڑ دیں تو چھوڑ دیں۔ چنانچہ آپ نے اُسے چھوڑ دیا۔2

تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی انسان کی کوئی طاقت نہیں۔ سب سے بڑا وہی ہے اور ہمیں ہمیشہ اُسی کے سامنے گرنا چاہیے اور اُس سے درخواست کرنی چاہیے کہ وہ ہماری مدد کرے۔ تمام حکومتیں، تمام بادشاہتیں، تمام کارخانے، تمام تجارتیں، تمام حرفتیں، تمام بڑے بڑے پیشے سب اُس کے قبضہ و تصرف میں ہیں، ہر ایک جاندار کی جان اُس کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو چاہے زندہ رکھے اور جس کو چاہے مار دے۔ کسی انسان کی طاقت میں نہیں کہ اُس کا مقابلہ کر سکے۔ گزشتہ فسادات کے دنوں میں ہی اللہ تعالیٰ نے ہمارے سلسلہ کی جس رنگ میں تائید فرمائی (جس کی تفصیل بعض پہلے خطبات میں بیان کی جا چکی ہے) اُس کو دیکھتے ہوئے کون شخص اس امر سے انکار کر سکتا ہے کہ تمام طاقتیں اور قدرتیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی ہیں اور وہ جس کو چاہتا ہے عزّت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلّت دیتا ہے۔ لیکن اگر باوجود اِس کے کہ تیس دفعہ اذانوں میں اور قریباً ایک سو دو دفعہ نمازوں میں کہا جاتا ہے کہ ''اللہ'' سب سے بڑا ہے پھر بھی ہم اُس کا دروازہ چھوڑ کر کسی اَور کے دروازہ پر جائیں تو یہ ہماری کتنی بڑی بدقسمتی ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم اتنے احمق ہیں کہ باوجود اِس کے کہ بڑے بڑے معتبر آدمی ہمیں بتا دیتے ہیں کہ اس کھانے میں زہر ہے پھر بھی ہم اُس کھانے کو کھا لیتے ہیں۔ ایسے آدمی پر کوئی بھی رحم نہیں کرے گا۔ جس آدمی کو بڑے بڑے معتبر آدمی کہیں کہ ہم نے فلاں آدمی کو

اپنی آنکھوں سے اس کھانے میں زہر ملاتے دیکھا ہے اور پھر وہ کھانا کھالے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ بڑا ہی احمق ہے۔ وہ اگر مر جائے گا تو کوئی بھی اُس پر رحم نہیں کرے گا۔ سارے لوگ یہی کہیں گے کہ اس شخص کا علاج یہی تھا۔ یہی حال ہمارا ہوگا کہ ہم اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سنتے ہیں اور پھر بھی دوسروں کی طرف متوجّہ ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف ہی توجہ رکھیں اور اُس ہی سے مدد مانگیں"۔ (الفضل 21 نومبر 1958ء)

1 : تذکرہ صفحہ 50 طبع چہارم

2 : بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع